عبدالمجید بھٹی کا غیر مطبوعہ ناولٹ 'دارو'

ڈاکٹر سعید خاور بُھٹا☆

Abstract

This article is a psychoanalytical study of Abdul Majeed Bhati's unpublished novelette "Daro". The plot of the novelette is built on the clash between moral values and sex instinct. The leading character, Daro, is discussed with reference to id, ego and super ego. It leads to some positive conclusions in the suffocating environment of oppression and injustice of the society. Moreover, a comparison has also been made between 'Daro' and Rajinder Singh Bedi's "Ik Chadar Maili Si" through this article.

بیسویں صدی کے اردو اور پنجابی ادب میں عبدالمجید بھٹی (1902-1976ء) ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ وہ شاعر، افسانہ نگار، ڈراما نویس، لوک کہانی کار، پنجابی کلاسیکی شاعری کے مترجم، محقق اور نقاد تھے۔ ان حیثیتوں سے ان کی کئی کتابیں اردو اور پنجابی میں شایع ہوئیں۔ پنجابی ادب میں ان کے ناول ''ٹھیڈا'' اور شعری مجموعہ ''دل دریا'' کو پذیرائی ملی۔ ان کے ہم عصروں نے اس شعری مجموعے کی خوب تحسین کی۔ ہمارے نقطہ نظر کے مطابق ان کی زندگی کا حاصل اُن کا غیر مطبوعہ پنجابی ناولٹ 'دارو' ہے۔ اس کی کتابت انھوں نے اپنی زندگی میں مکمل کر لی تھی، لیکن آج تک شایع نہ ہو سکا۔

دارو ایک سو چوالیس (144) صفحات پر مشتمل 12/1/2/17 سم سائز کا کتابت شدہ

☆ ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ پنجابی، کلیہ شرقیہ، جامعہ پنجاب، لاہور

ناولٹ ہے۔مصنف نے ''پہلی گل'' کے عنوان کے تحت ساڑھے تین صفحات پر مشتمل تعارف لکھا ہے۔تعارف تحریر کرنے کی تاریخ 27 جون 1972ء درج ہے۔ناولٹ کی کہانی ہیروئن دارو کے گرد گھومتی ہے۔اس کے والدین چھوٹی عمر میں فوت ہو جاتے ہیں۔ اس کا کوئی بہن بھائی نہیں ہے۔دارو کی پرورش اس کا چچا کرتا ہے،جس کی تین بیٹیاں بکو،ثوماں اور رجو اِسی گھر میں رہتی ہیں اور ایک بیٹا ہے جو شہر میں رہتا ہے۔ چچا کی حویلی میں اس کا ایک دیرینہ دوست پٹواری بھی آ ٹھہرتا ہے۔پٹواری کی بیوی ہر بات کو ناپ تول کر کرنے والی اچھے مزاج کی عورت ہے۔پٹواری کا چھوٹا بیٹا حیدر لڑکیوں کا ہم عمر ہونے کے سبب ان میں کھیلتا رہتا ہے۔حیدر اور دارو بچپن ہی سے ایک دوسرے کے مزاج آشنا ہیں۔ یہ بات چچی کو ناگوار گزرتی ہے اور وہ ہر وقت دارو کو بُرا بھلا کہتی رہتی ہے۔

چچا اپنی بیٹیوں کی شادیاں کر دیتا ہے اور دارو کی شادی اپنے بیٹے برکت سے کرتا ہے۔ برکت کے نامرد ہونے کا چچا پہلی رات ہی ہو جاتا ہے۔دارو کی چچی اور ساس ہر وقت اسی بات پر کڑھتی رہتی ہے۔برکت لاہور میں ملازم ہے۔اپنی بیوی اور والدین کو بھی وہیں لے جاتا ہے۔ لاہور میں ایک اوورسیئر کے مکان میں کرائے پر رہتے ہیں۔اوورسیئر نے بڑھاپے میں شادی کی ہے،اس کا ایک بچہ بھی ہے۔ وہ اپنی بیوی کی خواہشات پر پورا نہیں اترتا۔دارو اور ریشم ہمسائیاں ہیں اور دونوں کا دُکھ بھی مشترک ہے۔یہی وجہ ہے کہ دونوں ایک دوسرے سے دُکھ سُکھ بانٹتی رہتی ہیں۔حیدر کو لاہور میں نوکری مل جاتی ہے اور پرانے تعلق کی بنا پر وہ برکت کے گھر ہی ٹھہر جاتا ہے۔ دارو اور ریشم ایک جیسی ناآسودہ خواہشات کی تکمیل کے لیے حیدر کی طرف ملتفت ہوتی ہیں۔وہ بہانے سے حیدر سے جھگڑتی ہے پھر صلح کی خاطر حیدر کو دعوت پر بلاتی ہے۔ جب ریشم کی حیدر سے چھیڑ چھاڑ چل رہی ہوتی ہے اس کا بوڑھا شوہر قریب بیٹھا ہوتا ہے جو بالکل بُرا نہیں مناتا۔حیدر کو ماں کی نصیحت ''میر ادودھ پلید نہیں'' کا خیال آتے ہی نوکری چھوڑ کر گھر واپس آ جاتا ہے۔کچھ دن بے کار رہنے کے بعد وہ اپنے ایک انجینئر رشتہ دار کے ساتھ پشاور چلا آتا ہے۔ انجینئر رشوت خور اور عیاش ہے۔وہ دورے کے بہانے کئی کئی دن گھر سے باہر رہتا ہے۔

اس کی بیوی جب مچلتی ہوئی خواہشات کا گلہ نہیں گھونٹ سکتی، تو حیدر کو پاؤں کے تلوے سہلانے کے لیے کہتی ہے، جس سے وہ اِنکار کر دیتا ہے۔ اسی اثنا میں شہر پر حملہ ہو جاتا ہے اور وہ درگاہ میں چھپ جاتے ہیں۔ انجینئر بیوی اور حیدر کو واپس گاؤں بھجوا دیتا ہے۔

دارو ان بیاہتا جیسی ہے۔ اس کا سوتیلا ماموں برکت سے طلاق دلوا کر اسے اپنے گھر لے آتا ہے۔ حیدر کو لاہور میں کوئی چھوٹی موٹی ملازمت مل جاتی ہے۔ جب وہ گھر آتا تو دارو سے میل ملاقات کرتا۔ اس کی خواہش ہے کسی نہ کسی طرح دارو سے اس کی شادی ہو جائے۔ اس کام کے لیے وہ شہر کی ایک جگت تائی سے بات کرتا ہے جو ماموں سے اس کی بات کرتی ہے، جس پر وہ ناراض ہو جاتا ہے۔ ماموں آہستہ آہستہ دارو کے قریب ہوتا ہے۔ اس کی مزاحمت کے باوجود اپنی ہوس پوری کرتا رہتا ہے۔ حاملہ ہونے پر وہ اسے اپنی بہن کے گھر لے جاتا ہے اور اس کی شادی اپنے بیٹے شکورے کے ساتھ کرنا چاہتا ہے۔ دارو رضامند نہیں ہوتی۔ انکار پر بہت مار پیٹ کی جاتی ہے۔ بالآخر شکورے کے ساتھ اس کا نکاح ہو جاتا ہے۔ کچھ عرصہ بعد ماموں فوت ہو جاتا ہے۔ وہ شکورے کی پھوپھی کے گھر مردہ بچے کو جنم دیتی ہے۔

دارو واپس اپنے گھر آ جاتی ہے۔ شکورے کے علاوہ اب اس کا کوئی نہیں۔ وہ حیدر سے ناطہ جوڑنا چاہتی ہے مگر وہ ذمے داری کے بوجھ سے جان بچاتے ہوئے اسے بہن کہتا ہے۔ دارو کو دُکھوں نے عقل مند بنا دیا ہے۔ وہ اپنی تہذیب کی ایک بھولی بسری رومانوی کہانی یاد کرتی ہے، جس کے مرکزی کرداروں کا ملاپ نہیں ہو پاتا مگر سبھرائی جٹی اپنے بھتیجے سردار کو پالتی سنبھالتی ہے، آخر وہ جوان ہو جاتا ہے۔ دارو بھی نفرتوں اور مسائل کے باوجود شکورے کو اسی راستے پر لگا دیتی ہے۔ وہ محنت مزدوری کی طرف راغب ہوتا ہے۔ دارو پہلے اسے ڈانٹ ڈپٹ کرتی تھی، اب پیار کرتی ہے۔ ان کے دن پھرنے لگتے ہیں۔ شکورا محنت کے بل بوتے پر سیٹھ عبدالشکور بن جاتا ہے۔ وہ اچھی حویلی بنالیتا ہے۔ ٹھیکیداری سے بھی ان کو خوب بچت ہوتی ہے۔ ان کے ہاں ایک چاند جیسی بیٹی صغوراں پیدا ہوتی ہے۔

دارو کے من میں محبت بھڑکتی ہے۔ وہ حیدر کے گھر آتی ہے۔ حیدر کی بیوی اسے گھر سے نکال باہر کرتی ہے۔ وہ رجو کے گھر جاتی ہے، وہ اسے سخت سست کہتی ہے۔ داروقرآن اٹھا کر کہتی ہے کہ سب تقدیر نے اس سے کیا ہے۔ وہ اکٹھی حیدر کے گھر جاتی ہیں، حیدر اور اس کی بیوی خوش ہوجاتے ہیں۔ وہ داروں کی بیٹی صغوراں کا ہاتھ اپنے بیٹے سرفراز کے لیے مانگ لیتے ہیں۔

''داروٗ'' ناولٹ کا موضوع جنس ہے۔ اس سے پہلے عبدالمجید بھٹی جنس کو اپنے ناول ''ٹھیڈ اُ'' میں زیر بحث لا چکے ہیں۔ ناول 'ٹھیڈ اُ' میں ان کا قلم فحاشی کی حدوں کو بھی چھوتا ہے اور احساسِ جرم کا اعتراف بھی کرتا ہے۔ اس طرح وہ 'ٹھیڈ اُ' سے کوئی بڑا نتیجہ اخذ نہ کر سکے۔ 'داروٗ' تصنیف کرتے وقت انھوں نے پچھلی خامیوں سے فائدہ اٹھا کر جنس کو بنیادی انسانی جذبہ ثابت کیا ہے۔ یہ ناولٹ شہر اور دیہات کی اصلیت کے معمے کو حل کرتا ہے اور آخر پہ مثبت نتیجہ برآمد کرتا ہے۔

ناولٹ کا پلاٹ اخلاقی اقدار اور جنسی خواہشات کے تصادم سے آگے بڑھتا ہے۔ یہی انسانی رویوں کے بننے اور بگڑنے کی بنیادی کہانی ہے جس نے ادب کو آفاقیت دی ہے۔ پھر کیا ہوا؟ کا جواب ہر اگلے واقعہ میں موجود ہے۔ اس طرح قاری کسی الجھن میں پڑے بغیر اپنے سفر کو جاری رکھتا ہے۔

ناولٹ کے کرداروں کی مشترک قدر جنس ہے۔ جنس عورت کیلئے کئی مسائل کو جنم دیتی ہے، جن کی ذمے داری ناولٹ کے مرد کرداروں پر عائد ہوتی ہے۔ مردوں کی بڑھاپے کی شادیاں جوان لڑکیوں کے جذبات کو کس طرح سولی چڑھاتی ہیں اور پھر مرد کی نامردی عورت پر کتنے عذاب نازل کرتی ہے۔ راشی افسر کیسے بیہودگی کرتے ہیں، ان کی بیویوں پر کیا گزرتی ہے۔ گلی محلوں کی جگت تائیوں کے پس منظر میں جنسی رویے ہی کارفرما ہوتے ہیں۔ وہ عورتیں اپنے مردوں کے لیے انتہائی سخت اور ظالم ہوتی ہیں لیکن ہمسایوں سے برتاؤ مثالی ہوتا ہے۔ ماموں جیسے کردار کس طرح اخلاقی اقدار کو پامال کر کے اپنی جنسی خواہشات کی تکمیل کرتے ہیں۔ ان رویوں کو بیان کرنے کے لیے مصنف نے ہر کردار کی عمیق نفسیات تک غواصی کی کوشش کی ہے۔

ناولٹ کے مرکزی کردار دارو اور حیدر ہیں جو ناولٹ کے اختتام تک ساتھ رہتے ہیں۔ باقی کردار ایک خاص رویے کی نمائندگی کر کے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ دارو بچپن سے یتیم ہے۔ اس کا ایک سوتیلا بھائی ہے، جو کچھ دن تو اسے اپنے گھر رکھتا ہے پھر اپنی بیوی کی وجہ سے تنگ آ کر اسے چچا کی طرف بھیج دیتا ہے۔ چچا کے ہاں بھی اسے امن نصیب نہیں ہوتا۔ چچا کی حویلی میں دوسری طرف حیدر کے والدین رہتے ہیں۔ بچپن ہی سے دارو اور حیدر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں مگر بات آگے نہیں بڑھ پاتی۔ محبت معصوم دلوں میں جنم لیتی ہے اور دبی رہتی ہے۔

''میں حیدر نُوں کِنے چاہواں نال تکدی ساں، ایہہ کسے نہ تکیا۔ ماں ہوندی تے نین پچھاندی، اللہ میریا! تیرے ایس بھانے وچ وی میں تے سی نہ کیتی۔ موہرا پھک لیا تے ایس موت جوگے نوں قبول کر لیا''۔(1)

دارو کی شادی برکت سے کر دی جاتی ہے جو نامرد ہے۔ یتیمی کے بعد یہ دوسرا بڑا دکھ ہے جو اسے گھیر لیتا ہے۔ دارو اپنی حیثیت سے واقف ہے اِسی لیے بات دبا جاتی ہے۔ شب زفاف کے بعد نائن اسے غسل کے لیے کہتی ہے۔ دارو اور نائن کے درمیان ہونے والے مکالمے سے سارا راز طشت از بام ہو جاتا ہے۔

''بس ماسی ایہہ گل ٹھپی رہن دے، جو میرے لیکھ سن مینوں مل گئے تے ٹھپی ہوئی گل ننگی ہوگئی''۔(2)

دارو کو اندر ہی اندر خواہشات کی دیمک چاٹتی رہتی ہے۔ کوئی عزیز رشتہ دار نہ ہونے کے سبب وہ ردعمل کا اظہار نہیں کر سکتی۔ شادی پر آئے مہمانوں کے مکالموں سے اس کے درد کا پتا چلتا ہے۔ برکت اگلے روز لاہور لوٹ جاتا ہے۔ یہ شرمندگی اس کی شخصیت پر کیا اثر مرتب کرتی ہے۔ اس کو ناولٹ نگار نے بیان نہیں کیا۔ دارو کا شوہر، ساس اور سسر لاہور چلے آتے ہیں۔ حیدر کو بھی لاہور میں ملازمت مل جاتی ہے۔ حیدر دارو کے ہاں قیام کرتا ہے۔ وہاں ایک اور کردار ریشم سے ملاقات ہوتی ہے۔ ریشم کا شوہر اوورسیئر چھوٹی عمر کی لڑکی سے شادی کرتا ہے مگر اس کے

جذبات کوتسکین سے ہمکنار نہیں کر سکتا۔ ریشم اور دارو ہمسائیاں ہیں۔ دونوں نے گھر میں طاقچہ رکھا ہوا ہے۔ دونوں کا دُکھ مشترک ہے۔ ریشم اور دارو جب حیدر کو دیکھتی ہیں تو ان کے من میں دبی چنگاریاں بھڑک اُٹھتی ہیں۔ ریشم ہر لمحے حیدر کے ساتھ تکرار کے بہانے ڈھونڈتی ہے۔ دارو کے جذبات کو بھی زبان مل جاتی ہے۔ وہ حیدر کو کہہ دیتی ہے:

''ایویں کسے دا ننگ نہیں پُنی دا۔ جیہناں تتیاں نُوں سہاگ دا سُکھ نہ ہووے اوہناں بے شرم تے ہونا ای ہوندا اے۔ تیرا کیہ اے؟ تُوں خورے بھلکے مینوں وی بے شرم آکھن لگ پویں گا''۔(3)

حیدر اس کے جذبات کوتسکین سے ہمکنار نہیں کرتا۔ سوتیلا ماموں دارو کو اپنے گھر لے آتا ہے۔ وہ پہلے جبر کرتا ہے مگر آہستہ آہستہ دارو اسی راہ پر آجاتی ہے جو ماموں کی خواہش ہے۔

''اِک واری کیہ تے دو واری کیہ؟ مینئی وی خیر اوسے گندی موری دا پانی پین لگ پئی، جیہڑی اوہدے لیکھاں وچ لکھی سی''۔(4)

دارو کی شادی اس کے ماموں زاد شکورے سے ہو جاتی ہے۔ ماموں کی وفات کے بعد دارو مردہ بچے کوجنم دیتی ہے اس واقعے کے بعد وہ حیدر سے ترس کی بھیک مانگتی ہے:

''اگے تیرا کوئی روزگار نہیں سی، ہُن اللہ رکھے تیری نوکری وی اے میریاں آساں تیرے قد میں آ لگیاں نیں، تُوں سہارا بن جا، مینوں ہور کجھ نہیں چاہی دا''۔(5)

حیدر خود کو اس بوجھ کے قابل نہیں پاتا۔ اسے بہن کا درجہ دیتا ہے۔ اب دارو شکورے کی طرف بڑھتی ہے۔ اس کی پرورش کرتی ہے۔ ان کے حالات بدل جاتے ہیں۔ ان کی خوبصورت بیٹی کا ہاتھ حیدر اپنے بیٹے سرفراز کے لیے مانگ لیتا ہے۔

عبدالمجید بھٹی نے دارو کے کردار کو ایگو کی علامت بنایا ہے۔ وہ اِڈ (ماموں) اور سپر ایگو (حیدر) کے ساتھ رہتے ہوئے اپنا راستہ بنانا چاہتی ہے۔ وہ اپنے جذبات سے مجبور ہو کر بھی حیدر

کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاتی۔ وہ ماموں کا جبر برداشت کرنے کے بعد اس کی خواہش کو پورا کرتی ہے۔ خاندان میں اس سے سچی ہمدردی کرنے والا کوئی نہیں۔ وہ تو ایسا راستہ اختیار کرنا چاہتی ہے جس سے اس کی جنسی خواہشات کی تکمیل بھی ہو اور معاشرتی مقام پر بھی کوئی حرف نہ آئے۔ معاشرے میں اس کا ساتھ دینے والا کوئی نہیں۔ معاشرہ تو خود اس کی جھولی میں بارہ سال کا بچہ شکورا ڈھکیل دیتا ہے۔ وہ اس کی خوب خدمت کرتی ہے۔ اسے پال پوس کر اپنے قابل بناتی ہے۔ ایک چاند جیسی بیٹی کو جنم دیتی ہے۔ پھر اپنے بچپن کی سہیلیوں کی جانب لوٹتی ہے۔ دارو دُکھوں کی بھٹی سے گزر کر حقیقت پسندی اور میانہ روی کی عمدہ مثال بن جاتی ہے۔

حیدر پٹواری کا بیٹا ہے، جس کا سارا خاندان دارو کے چچا کی حویلی میں رہتا ہے اس حویلی کے صحن میں چچا کی بیٹیاں، بکو، ثوماں اور رجو بھی ہیں۔ یہ چاروں لڑکیاں اور حیدر ہم عمر ہیں، مگر حیدر، دارو کے حسن سے متاثر ہے۔ اس کے معصوم دل میں دارو کے حسن کا بسیرا ہے۔ ایک بار حیدر نے بیر توڑ کر دیے تو دارو کو دوسروں سے زیادہ دے دیے۔ اس پر بکو، ثوماں اور رجو احتجاج کرتی ہیں:

''ایہنوں پُہتے بیر کیوں دِتے نی۔ ایہہ کانی ونڈ تے اساں نہیں ہون دینی''۔(6)

''حیدر موجو پیا کردا سی، اوہنے آکھ دتا، جیہا مُونہہ تیہی چپیڑ تے گل ودھ گئی۔ اوہناں دی ماں حیدر دی ماں نال لال پیلی ہون لگ پئی، وادھیاں گھاٹیاں کرن لگ پئی''۔(7)

اس کے بعد چچی حیدر کی ماں سے تو تکار کرتی ہے، مگر بات دب جاتی ہے۔ حیدر دارو سے من میں محبت کرتا ہے۔ جب دارو برکت سے بیاہی جاتی ہے تو وہ دبکا رہتا ہے۔ حیدر کو لاہور میں جب ملازمت ملتی ہے تو وہ ان کے ہاں ہی رہتا ہے۔ دارو کے دُکھ درد سے واقف ہے۔ اب دارو بھی حیدر کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے لاکھ حیلے کرتی ہے۔ حیدر بھی اپنے آپ کو تیار کرتا ہے:

''شیطان مچ پیا۔ حیدر نُوں وی ویلا دسیا۔ اوہ جوانی دے جوش وچ انھا ہو

کے اُٹھیا پئی داروُوں جا کے گلوکڑی پا لوے۔ اوہدی بُھکھ تریہہ دا دارُو بن
جائے، نیکی بدی اوہدیاں اکھیاں توں او ہلے سی''۔(8)

''چونہہ قدماں دی وِتھ سی۔حیدر املکڑے دارو دی منجی کول اپڑ گیا پر منجی تے
پیر رکھن لگا تے اپنی ماں دے بول اوہدے کنیں پئے۔میرا دودھ پلیت نہیں،
حیدر اپنی منجی تے آ پیا، دارو پاسے ماردی رہی''۔(9)

حیدر ملازمت چھوڑ کر گاؤں لوٹ آتا ہے، اس کے بعد وہ روزگار کے سلسلے میں پشاور اپنے انجینئر بھائی کے پاس چلا جاتا ہے۔عیش پسندی اور بیہودگی انجینئر کی طبعیت کا خاصہ ہے۔ اس کی بیوی کی خواہشات دل میں دبی رہتی ہیں۔حیدر ان کے گھر جاتا ہے تو انجینئر کی بیوی ایک رات اُسے کہتی ہے:

''اج میریاں تلیاں وچوں اگ پئی نکلدی اے، حیدر بُرا نہ منیں تے
میریاں تلیاں ذرا جھس دے''۔(10)

دارو طلاق کے بعد ماموں کے ہاں چلی آتی ہے۔حیدر اس سے شادی کی کوشش کرتا ہے مگر بات بنتی نہیں۔دارو ایک بار پھر دکھ کی منوں مٹی تلے دب جاتی ہے۔ماموں فوت ہو جاتا ہے۔شکورا اس کا نمائشی شوہر ہے۔دارو حیدر سے شادی کی کوشش کرتی ہے، وہ کہتا ہے:

''توں من پرچاوے لئی چونہہ بالاں نُوں پڑھالیں میں بھین کر کے تیری
مددکردا رہواں گا''۔(11)

وقت گزرنے کے ساتھ دارو کے حالات بھی تبدیل ہوتے ہیں۔اس کی بیٹی صغوراں بہت خوبصورت ہے۔وہ اس کی شادی اپنوں میں کرنے کی چاہت رکھتی ہے۔حیدر کی بیوی کو شک گزرتا ہے۔دارو حیدر کے گھر جاتی ہے اور اس کے بیوی بچوں سے کہتی ہے:

''پتر وتہاڈی ماسی اے۔اگانہہ ہو کے سلام کرو۔حیدر بول پیا ماسی نہیں پھوپھی اے''۔(12)

حیدر کا کردار سپر ایگو کی واضح مثال ہے۔اس کی جبلی خواہشات ہیں، جن کا اظہار وہ

بچپن میں ''بیروں'' کی تقسیم کے وقت کرتا ہے۔ لاہور قیام کے دوران میں اسے دارو کے ساتھ جنسی حظ اٹھانے کے کئی مواقع ملتے ہیں مگر اسے ماں کی نصیحت یاد آ جاتی ہے۔ حیدر کی اِڈ جب سر اٹھاتی ہے تو سپر ایگو اسے دبا دیتی ہے۔ وہ اپنی جبلی خواہشات کو سماج کے طے کردہ قوانین کے مطابق پورا کرنا چاہتا ہے۔ ایسے کرداروں میں جرات کا فقدان ہوتا ہے۔ دارو کے پاس جب کوئی معاشرتی سہارا نہیں ہوتا تو وہ حیدر سے منسلک ہونا چاہتی ہے لیکن وہ اسے بہن کا درجہ دے دیتا ہے۔ ایسے کردار بزدلی اور خوف سے عبارت ہوتے ہیں۔ حیدر خواہ سماجی تقاضے پورے کر رہا ہے مگر ذمے داری کے بوجھ سے خوفزدہ ہو کر دست کش ہو جاتا ہے۔ ریشم کا اس کے بارے میں تبصرہ برمحل ہے:

''میں آ بندی ساں سدھڑ اے پر ہُن مینوں جاپدا اے ڈر دوی اے تے خور ے.....''(13)

ماموں کا کردار ناولٹ کا مستقل کردار تو نہیں مگر تھوڑے وقت میں دیرپا نقش ذہن پر ثبت کر جاتا ہے۔ وہ دارو کی نامرد برکت سے جان چھڑاتا ہے۔ خود اپنا جنسی تعلق قائم کر لیتا ہے۔ اس کے سامنے دارو کا احتجاج کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ یہ ایک وحشی کردار ہے جس کے سامنے سب اخلاقی اقدار ہیچ ہیں۔ بچے کے جنم کے بعد وہ بھانجی کا نکاح اپنے بیٹے سے کر دیتا ہے۔ ذیل کی سطر ماموں کے کردار کی نفسیاتی تہوں کو کھولنے کے لیے کافی ہے:

''تینوں کوئی گناہ نہیں ہونا، دھکا تے میں پیا کرناں''۔(14)

اس ناولٹ میں ماموں کا کردار اِڈ کی علامت ہے۔ وہ اپنی جنسی خواہش کو پورا کرنے کے لیے کسی اخلاقی ضابطے کو نہیں مانتا اور نہ ہی اخلاقی معیار کی کوئی پروا کرتا ہے۔ اس کا ضمیر مردہ ہے۔ وہ گناہ و ثواب کے مفہوم کو بھی فراموش کر چکا ہے۔ دارو جب اسے نواسے کی آمد کی خبر دیتی ہے وہ شرمندہ ہونے کی بجائے اس کی شادی اپنے نابالغ بیٹے سے کر دیتا ہے۔ یہ کردار ناولٹ کے ایک حصہ میں نمودار ہتا ہے اور پھر مر جاتا ہے لیکن اپنے پیچھے نفرت کا ڈھیر چھوڑ جاتا ہے، جو قاری کے حافظے کا حصہ بن جاتا ہے۔

اس ناولٹ کے دوسرے کردار تائی، ریشم اور انجینئر کی بیوی بھی اِڈ، ایگو اور سپر ایگو میں بٹے ہوئے ہیں۔ ریشم اور انجینئر کی بیوی ایسے کردار ہیں جو سپر ایگو کے ضمن میں آتے ہیں مگر جب انھیں کوئی ایسا مرد مل جاتا ہے جو گھر کے اندر ہی تن کا ساز چھیڑ سکے تو سپر ایگو کی جگہ اِڈ سر اُٹھانے لگتی ہے۔ ناولٹ نگار نے تائی اور برکت کے کرداروں کو وضع نہیں کیا۔ تائی کا لوگوں سے اچھا برتاؤ کیوں ہے؟ اور اپنے امام مسجد شوہر سے بدخو کیوں ہے؟ اس بارے میں تفصیلاً وضاحت کی ضرورت تھی۔ برکت کا کردار بھی چند لمحوں کے لیے سامنے آتا ہے اور پھر غائب ہو جاتا ہے۔ اس کی نامردمی نے شادی کی ناکامی کے بعد اس کی زندگی پر کیا اثرات مرتب کیے، ایک بھرپور بحث ہو سکتی تھی مگر مصنف نے کردار کو پردوں میں چھپائے رکھا۔ اِڈ، ایگو اور سپر ایگو کے تحت رویے کیسے ترتیب پاتے ہیں اس کی وضاحت انھوں نے چند کرداروں کے ذریعے تو کی ہے مگر جن کرداروں میں اڈ کی صلاحیت نہیں ہوتی، ان میں بے لذتی کیسی ہوتی ہے؟ اگر اس پہلو کی جانب توجہ دیتے تو ناولٹ خوبیوں کی کان ہوتا۔

دارو کی ساس اس کی چچی بھی ہے۔ دارو اس کے گھر میں ہی پلی بڑھی ہے۔ چچی کی اپنی بیٹیوں سے کہیں حسین ہے۔ یہی بات چچی کو ہر لمحے حسد کی آگ میں جلاتی ہے۔ جب دارو اس کی بہو بنتی ہے تو پہلی رات ہی راز فاش ہو جاتا ہے۔ جن طعنوں کا برکت کو سامنا کرنا پڑا تھا، اس کا بوجھ ساس کے کندھوں پر آن پڑتا ہے:

> ''دارو نُوں سُنا سُنا کے آکھن لگ پئی ہُسن تے حیا اُڈا ای گیا اے۔ کیہڑا اج دی رات ای سی، ساری حیاتی پئی اے، اساں نہیں سی کدی ڈٹھا پہلے دن کوئی نہ بولے چالے تے انج ستھاں پے جان۔ ایس کُڑی تے انج لنگ لاہیا اے پئی سانوں چھج وچ پا کے چھٹ دِتا سُو۔ انھیر خُدا دا، انج نہیں سی کدی ہویا''۔(15)

دارو کی ساس پہلے پہلے اسے جھڑکتی اور ڈانٹ ڈپٹ کرتی ہے کہ وہ اس کی اپنی بیٹیوں

سے خوبصورت ہے۔ جب بیٹے کا عیب ظاہر ہوتا ہے تو اور بھیس بنا لیتی ہے:

''دارو دی سس دی نظر پہلاں ای ماڑی سی، ہور کمزور ہوگئی تے اوہ انھی ہو بیٹھی جدوں گل کردی ایہہ آکھدی، دُھپ چھاں دا پتا لگدا اے، وسدا پچھانی دا کجھ نہیں۔ انج اوہنے اک تے کم کاج توں چُھٹی کرلئی دوجے دارو نُوں اگے نالوں ودھ راکھی وچ کرلیا۔ ہر ویلے ایسے تاڑ وچ رہندی ذرا کوئی گل ہوئے تے میں جھڑکاں ٹوکاں''۔(16)

ساس کے کردار سے ہمارے سماجی رویے کا پتا چلتا ہے کہ کیسے بہوؤں سے برتاؤ کیا جاتا ہے۔ مصنف کا اس کردار سے متعلق بڑا عمیق مشاہدہ ہے۔ دارو ایسی بہو نہیں، جس کا میکہ ہو اور اسے اس پر مان بھی ہو۔ دارو تو بس کاتب تقدیر کا لکھا بھگت رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ساس کا کردار تو نمایاں ہوتا ہے مگر بہو کے کردار سے صرف مظلومیت ٹپکتی ہے۔ ہم ساس کے کردار کو حسد کی جبلت کا نام دے سکتے ہیں۔

''دارو'' پر ''اِک چادر میلی سی'' کے واضح اثرات نظر آتے ہیں۔ راجندر سنگھ بیدی کا ناولٹ پہلی بار 1960ء میں شایع ہوا تھا۔ وارث علوی کے مطابق:

''یہ سب سے پہلے رسالہ ''نقوش'' لاہور میں 1960ء میں شایع ہوا اور شایع ہوتے ہی مشہور ہوگیا''۔(17)

عبدالمجید بھٹی نے ''دارو'' کی کتابت 27 جون 1972ء میں مکمل کی جس کی اشاعت کی نوبت تا حال نہیں آئی۔ ''دارو'' پر ''اِک چادر میلی سی'' کا شعوری یا غیر شعوری اثر نظر آتا ہے۔ ان دونوں ناولٹوں کی ہیروئنیں نچلے طبقے سے تعلق رکھتی ہیں جو سماجی اور معاشی حالات کی چکی میں پس کر زندگی کی راہیں خود بناتی ہیں۔ ''دارو'' اور 'رانو' میں یہی مماثلت ہے کہ وہ زندگی کے تمام روگ سہتی ہیں اور پھر اپنی اولاد کو اُمید افزا حالات کی نوید دیتی ہیں۔ دونوں ناولٹ نگاروں کا یہ کمال ہے کہ انھوں نے اپنی ہیروئنوں کو معمولی عورتیں ہی رہنے دیا ہے۔ وارث علوی نے بیدی کے اس

ناولٹ میں ان معنوی سطحوں کی طرف اشارے کیے ہیں:

''بظاہر ''اِک چادر میلی سی'' کی تعمیر قصہ گوئی کے سیدھے سادے طریقے سے ہوتی ہے لیکن اس میں مواد اور ہیئت کی تین تین یعنی کل چھ سطحوں کو دیکھا جا سکتا ہے۔

پہلی سطح پر رانو، اس کا پریوار، اڑوس پڑوس کی عورتیں اور کوٹلہ گاؤں کا پس منظر ہے۔ اس خارجی دنیا یا سماجی پس منظر کا اسلوبی طریقہ کار حقیقت پسندانہ ہے۔

دوسری سطح پر رانو کا کردار ہے جو بظاہر معمولی عورت ہے لیکن عورت ہونے ہی کے ناتے فطرت کی تخلیقی قوتوں کی آئینہ دار ہے۔ زندگی وہاں سے شروع ہوتی ہے جہاں سے فرد شروع ہوتا ہے۔ بطور ایک فرد کے، ایک انسانی وجود کے رانو اندر سے کیا ہے؟ اس کے جذباتی تقاضے اور احساسی رویے کیا ہیں؟ یہ جاننے کے لیے بیدی رانو کی فطرت کا مطالعہ عظیم فطرت کے آئینے میں کرتے ہیں۔ یہاں اسلوبی طریقہ کار استعاراتی ہے۔

تیسری سطح پر خارجی اور داخلی دنیا، انسانی فطرت اور عظیم فطرت سے بھی ماورا کائناتی طاقتوں کی روشنی میں لیلا کے مبہم اور پر اسرار پہلوؤں کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسے مقامات پر فرد ٹائپ میں، ٹائپ پروٹائپ میں، اور پروٹائپ آرکی ٹائپ میں گھلتا ملتا رہتا ہے۔ یہاں اسلوبی طریقہ کار اسطوری ہے''۔(18)

عبدالمجید بھٹی کے ناولٹ میں جنس کو آفاقی جذبے کے طور پر لیا گیا ہے۔ ان کے کردار با آسانی اِڈ، ایگو اور سپر ایگو کی ٹائپ میں آتے ہیں۔ وہ معاشرے کے ٹیبو توڑنے والے کردار کو تو ولن بنا دیتے ہیں لیکن دارو کے ان احساسات کو چھو نہیں سکتے۔ اس طرح ان کی ہیروئن محض مظلوم عورت ہی رہ جاتی ہے جو مرد کے ہاتھوں میں کھلونا بنی ہوئی ہے۔ وہ نامرد کردار بھی تخلیق کرتے ہیں لیکن اس کی احساساتی گہرائیوں تک پہنچنے سے قاصر ہیں۔ بیدی 'ان کہی' میں بہت کچھ کہہ جاتے ہیں لیکن عبدالمجید بھٹی مظلومیت کے گہرے رنگ استعمال کرنے کے باوجود بیدی جتنی دیرپا

تصویر نہیں بنا سکے۔ راجندر سنگھ بیدی پختہ فکشن نگار اور کرافٹ مین شپ میں فن کی ان بلندیوں تک پہنچے ہوئے تھے جو عبدالمجید بھٹی جیسے فنکاروں کو کم ہی نصیب ہوتی ہیں۔

''دارو'' ناولٹ کی زبان پنجاب کے محاورے میں رچی بسی ہے۔ 'ٹھیڈا' کی زبان بھی رواں اور شستہ تھی مگر دارو کی زبان اور اسلوب میں ایک وقار نظر آتا ہے۔ اس کی زبان ٹھیٹھ اور من بھاونی ہے اگر یہ ناولٹ ستر کی دہائی میں شایع ہو جاتا تو موضوع، اسلوب اور زبان و بیان کے حوالے سے بعد کے ناول نگاروں کے لیے ایک عمدہ نمونہ ہوتا۔

☆☆☆☆☆

حوالہ جات

1۔ عبدالمجید بھٹی، دارو، مملوکہ ڈاکٹر سعید بھٹا، 14

2۔ عبدالمجید بھٹی 11 3۔ عبدالمجید بھٹی 43

4۔ عبدالمجید بھٹی 92 5۔ عبدالمجید بھٹی 112

6۔ عبدالمجید بھٹی 21 7۔ عبدالمجید بھٹی 21

8۔ عبدالمجید بھٹی 112 9۔ عبدالمجید بھٹی 38

10۔ عبدالمجید بھٹی 69 11۔ عبدالمجید بھٹی 113

12۔ عبدالمجید بھٹی 143 13۔ عبدالمجید بھٹی 58

14۔ عبدالمجید بھٹی 91 15۔ عبدالمجید بھٹی 10

16۔ عبدالمجید بھٹی 27

17۔ وارث علوی، راجندر سنگھ بیدی (دہلی: ساہتیہ اکادمی، س، ن) 60

18۔ وارث علوی، راجندر سنگھ بیدی ایک مطالعہ (دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، 2006ء) 33-432